حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ

کے

کچھ غیر مطبوعہ فتاویٰ اور ایک دستاویز

از

جناب مولوی نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے نامور صاحبزادگان کی تالیفات و تحریرات کے متعدد مستند اور قیمتی نسخے مختلف اشخاص کے نجی ذخیروں اور غیر معروف لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں، جو نہ عام طور پر اہل قلم کے علم میں ہیں اور نہ ہی ان کا تعارف ہوا ہے، اسی طرح کی بعض چیزیں ہمارے ذخیرۂ کتب میں بھی محفوظ ہیں، اس میں سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے دو غیر مطبوعہ فتاویٰ اور شاہ صاحب کی مہر اور تحریر سے مزین ایک دستاویز کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ فتاویٰ ایک طولانی کاغذ کی دونوں سمتوں میں لکھے ہوئے ہیں، کاغذ کے بالائی حصہ پر دونوں طرف ایک ایک سوال اور اس کے نیچے جواب تحریر فرمایا ہے، سائل کی تحریر پختہ اور رواں ہے، کاغذ مضبوط مگر کہیں کہیں کرم خوردہ ہے۔

پہلا سوال یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ بطور وظیفہ پڑھنے کے متعلق ہے، اس کا بطور وظیفہ ورد صدیوں سے عوام میں معروف ہے لیکن فقہی اعتبار سے اس کی حیثیت آج بھی مختلف فیہ ہے، علماء میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اسے قطعاً حرام اور

اس کے ورد کو ناجائز قرار دیتے ہیں علمائے متاخرین میں شاہ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا عبدالحئی فرنگی محلی، مفتی عزیز الرحمٰن نے بھی یہی نقطۂ نظر اپنایا ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے لیکن ماہرین عملیات، متعدد علماء اور بعض مشائخ (شیخ کلیم اللہ جہان آبادی، مرزا مظہر جانجاناں، شاہ غلام علی) سے مختلف طریقوں سے اس کی قرأت و اجازت معمول و منقول ہے۔[۱]

شاہ عبدالعزیزؒ نے اس فتویٰ میں دونوں نظریات کی جامعیت کے ساتھ ترجمانی فرمائی ہے اس میں فقہاء کے مسلک کی پوری پوری رعایت بھی ہے اور عاملین کے لیے چند شرائط کے ساتھ اجازت بھی۔[۲]

دوسرا سوال یہ ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر استطاعت سے زیادہ مہر مقرر کرنے کا رواج ہے اور اس کی ادائیگی کا دستور نہیں، مہر اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس کی بکمشت ادائیگی کا ارادہ کریں تو دوسرے ضروری اخراجات پورے نہیں ہو سکتے،

۱؎ ان فتاوی کا مجموعہ "فتاویٰ جوازیا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" کے نام سے چالیس پینتالیس سال پہلے نولکشور پریس سے شائع ہوا تھا آج کل کمیاب ہے۔ ۲؎ مولانا اشرف علی تھانوی کا بھی یہی مسلک ہے کہ "ایسے امور میں تفصیل ہے، صحیح العقیدہ سلیم الفہم کے لیے جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے، تاویل مناسب کر کے، اور سقیم الفہم کے لیے بوجہ مفاسد اعتقادیہ و عملیہ کے اجازت نہیں دی جاتی چونکہ اکثر عوام بدفہم اور کج طبع ہوتے ہیں، ان کو علی الاطلاق منع کیا جاتا ہے اور منع کرنے کے وقت اس کی علت اور مدار نہی کو اس لیے نہیں بیان کیا جاتا ہے کہ قیاس فاسد کر کے ناجائز امور کو جائز قرار دے لیں گے" (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۵۱ کراچی)

حالانکہ ان اشخاص کے یہاں تمام اسبابِ تعیش موجود رہتے ہیں اور یہ لوگ پسند نہیں کرتے کہ انہیں غریب کہا جائے یا نذر و منت کی کوئی چیز انہیں دی جائے، ان پر زکوٰۃ اور حج فرض ہے یا نہیں؟ غالباً یہ اس دور کے متوسط طبقہ کا ذکر ہے، جو آج بھی ان ہی حالات کا شکار اور انہی مشکلات و مسائل کا اسیر ہے اس لیے پونے دو سو سال بعد بھی اس فتویٰ کی اہمیت کم نہیں ہوئی اور آج بھی اس کی اشاعت اسی طرح مفید ہے جیسی اس وقت تھی،

شاہ عبد العزیز کا معمول برجستہ اور قلم برداشتہ لکھنے کا تھا، حوالے اور عبارتیں بھی حافظہ ہی کی مدد سے نقل فرماتے تھے، اس لیے ان کی منقولہ عبارات اور اصل متون میں کہیں کہیں فرق نظر آتا ہے اسی طرح ان فتاویٰ میں منقول عبارتوں اور ان کتابوں کے مطبوعہ نسخوں کی عبارتوں میں معمولی فرق ہے، جس کی حواشی میں وضاحت کردی گئی ہے لیکن اس معمولی تفاوت سے نفس مسئلہ متاثر نہیں ہوتا،

سوال نمبر ۱

خواندن [1] و ورد داشتن "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" غائبانہ از مزامیر شریف کہ ظاہر در ایں اعتقاد علم غیب در حق آنجناب لازم می آید۔ شرعاً چہ حکم دارد و اگر بر دقت خواندن ایں کلام معنی ترکیبی از اں مراد ندارد بلکہ آں را مثل دیگر اسماء متبرکہ عبرانیہ یا سریانیہ کہ ہیچ معنی آں ہا بفہم خوانندہ نمی آید، اگرچہ ایں معنی مستبعد از ترکیب الفاظ است، دانستہ بخواند سوائے ایں قدر کہ از اعتقاد کردن علم غیب در حق غیر خدا محفوظ ماند و بحسب قواعد شرعیہ باعتبار عظمت خود در انجاح مطالب ہم چیزے مفید است یا غیر مفید؟ و در باب صدور ایں قسم کلمات از شاغل غیر خواندہ چہ می فرمایند

---

[1] یہ لفظ واضح نہیں ہو سکا ہے،

و خواندن نادِ علی چہ حکم دارد؟ و اندکہ ام کس است؟ بینوا توجروا

ترجمہ سوال :۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا مزار شریف سے غائبانہ پڑھنے اور ورد کرنے کا حال نکتہ بظاہر اس سے شیخ جیلانی کے لیے علم غیب کا اعتقاد لازم آتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اگر پڑھنے کے وقت اس کے لفظی معنی مراد نہ لیے جائیں اور اس کو عبرانی اور سریانی کے ان اسماء متبرکہ کی طرح سمجھ کر پڑھے جن کے کوئی معنی اس پڑھنے والے کو معلوم نہیں ہوتے اگرچہ یہ معنی ترکیب الفاظ سے بہت دور ہیں مگر اس سے صرف یہ مراد ہو کہ غیر خدا کے لیے علم غیب کے اعتقاد سے محفوظ رہے اور کیا قواعد شرعیہ اور اپنی عظمت کے لحاظ سے حل مقاصد کے لیے کوئی مفید چیز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی جاہل اس قسم کے کلمات کہے تو اس کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ اور دعاء نادِ علی پڑھنے کا کیا حکم ہے اور یہ کس کی طرف منسوب ہے؟

جواب :۔ خواندن مثل ایں کلمات کے از سہ وجہ تو اند اول آنکہ منادی را علم محیط اعتقاد کند و قادر مطلق یا نجاح مطالب گمان برد و ایں وجہ مستلزم کفر است بسبب شرک، دوم آنکہ چناں پندارد کہ موکلاں ایں کلام را بگوش روح آں جناب منادی میرسانند و منادی متوجہ بدعاء والتجا از جناب حضرت (کذا؟) کار برآری من میفرمایند چنانچہ از لفظ شیئاً للہ ہمیں معنی مستفاد میشود و ایں بظاہر ہیچ خلل ندارد در حدیث صحیح آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند "ان للہ ملکًا اعطاہ اللہ اسماع الخلائق عند قبری یبلغونی السلام من سلو علی من امتی" و نیز در حدیث صحیح آمدہ "تعرض علی اعمال امتی فی قبری فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رائیت شرا استغفرت لھم"

سیوم آنکہ خیال اعتقاد کند کہ نام ایں بزرگ بطور ورد میخوانم و ہرچند او می شنود و قادر بر انجاح مطلب من نیست لیکن حق تعالیٰ می شنود و او محبوب و مرضی خدا است او تعالیٰ بنا بر عنایت خود بحال محبوب او توسل من بآنجناب مطلب من را حاصل خواہد فرمود چنانچہ ندا پیغمبر را در تشہد از ہمیں باب ساختہ اند السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ و ایں مانند آنست کہ شخصے از طفل لایعقل اسیرے یا بادشاہے چیزے طلب نماید ہرچند آن طفل او را نہ فہمد و نہ قدرت بر دادن مطلوب دارد لیکن پدر شفیق او مطلب او را بر آرد بنا بر آنکہ ایں سوال حقیقتاً از پدر راست نہ از طفل و در حدیث صحیح آمدہ کہ برائے حصول مطالب ایں قسم دعا کنید: اللھم انی اتوجہ الیک بنبیک محمد و (کذا؟) نبی التوبۃ انت تفعل بی کذا وکذا ثم یقول یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک ان تفعل بی کذا وکذا[1] واللہ اعلم۔

(حاشیہ ص ۴۲۷) [1] یہ حدیث بعینہ ان الفاظ میں ہمیں نہیں مل سکی لیکن مسند بزار کی حضرت عمار بن یاسر کی روایت لفظاً و معناً اس کے قریب قریب ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ان اللہ وکل بقبری ملکا اعطاہ اللہ اسماع الخلائق فلا یصلی علی احد الی یوم القیامۃ الا ابلغنی باسمہ واسم ابیہ ھذا فلان بن فلان قد صلی علیک" الترغیب والترھیب (بحاشیہ مشکوٰۃ) ص ۲۹۹۔ اس مفہوم کی صحیح روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام" رواہ احمد والنسائی والحاکم وابن حبان والبیھقی والصحیحین دون قولہ سیاحین زرقانی ج ۵ ص ۳۳۵ طبع اولیٰ نیز روی البزار بسند جید عن ابن مسعودؓ "حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ وما کان من شئ استغفرت اللہ لکم" زرقانی ص ۳۳۷، ۵

(مہر) (ھو الغنی الولی الرحیم)

ترجمہ جواب :۔ اس طرح کے کلمات کا ورد کرنے میں تین میں سے ایک صورت ضروری ہوتی ہے، اول یہ کہ جس کو آواز دے رہے ہیں اس کے لیے علم محیط کا اعتقاد رکھیں اور اسے تمام ضرورتوں کا پورا کرنے والا خیال کریں، یہ صورت اپنے مشرکانہ عقیدہ کی وجہ سے کفر ہے دوسری صورت یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ گمان کرے کہ ان کلمات کے موکل ان الفاظ کو جب منادی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچا دیں گے اور وہ حضرت حق سے دعا اور التجا کر کے میرے مقصد کی کاربرآری فرما دیں گے "لفظ شیئاً للہ" سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں، اس صورت میں شرعاً کوئی خرابی نہیں ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کا ایک فرشتہ ایسا ہے جس کو حق تعالیٰ تمام مخلوق کی آواز میری قبر کے قریب پہنچاتے ہیں اور وہ (فرشتہ) ہر اس شخص کا سلام مجھے پہنچاتا ہے جو میری امت میں سے مجھ پر سلام بھیجے ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کے اعمال میرے پاس قبر میں پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوتے ہیں تو میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اگر برے ہوتے ہیں تو ان کے لیے استغفار کرتا ہوں" اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثان میں سے بعض اولیاء کو بھی یہ مقام عطا فرما دیا جائے تو کیا تعجب ہے

لہ رواہ الترمذی و لفظہ "اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی" وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ ترمذی ص ۱۹۷/۲ مجتبائی سنہ ۱۳۲۰ھ و رواہ ابن ماجہ والحاکم فی مستدرکہ مرقاۃ ملا علی القاری ص ۲۵۳/۵، امدادیہ ملتان سنہ ۱۳۰۷ھ و راجع کنز العمال ص ۱۹۳/۱۲ طبع جدید،

تیسری صورت یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ اعتقاد کرے کہ ان بزرگ کا نام میں وظیفہ کے طور پر پڑھ رہا ہوں اگرچہ وہ بزرگ میری آواز نہیں سن سکتے اور نہ ہی میرے مقصد کو پورا کر سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ تو سنتے ہیں اور وہ بزرگ خدا کے محبوب ہیں اللہ کی اپنے محبوب کے حال پر جو عنایت ہے اس کی وجہ سے اس کے وسیلہ اور ان کا ذکر کرنے سے میری مشکل کو آسان فرما دے، جیسا کہ تشہد میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حرف ندا کے خطب "السلام علیک ایھا النبی" کو اسی پر محمول کیا گیا ہے،

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی بادشاہ یا رئیس کے ناسمجھ بچے سے کوئی چیز طلب کرے اور وہ بچہ نہ اس چیز کو سمجھتا ہے اور نہ اس کے دینے پہ قدرت رکھتا ہے لیکن اس بچہ کا شفیق و فیاض باپ اس سائل کے مقصد کو۔ وہ چیز دے کر۔ پورا کر دیتا ہے یعنی وہ سوال اس بچہ سے نہیں درحقیقت اس کے باپ سے ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حصول مقاصد کے لیے اس طرح سے دعا کرے "اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی التوبہ کے واسطہ کہ آپ میرے ساتھ ایسا ایسا معاملہ فرمائیے پھر دعا کرنے والا یہ الفاظ کہے" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ذریعہ سے آپ کے رب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ ایسا ایسا معاملہ فرمائے[۱]،

سوال نمبر ۲

سوال:- ازبسکہ دیار ہندوستان مقرر کردن مہر زیادہ از قدر وسعت رواج عام یافتہ، لیکن از اں جا کہ مرد و زن ہیچ تفرقہ و تمیز در مال خود ہا نمیکنند بلکہ مرد تمام مال و اسباب خانہ را بجوڈ و زن آنہمہ را بجود نسبت میکنند ہیچ خیال

---

[۱] جواب میں نادعلی پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی ہے،

و وہم ادائے دین مہر در خاطر خطور نمی کنند، پس کسانیکہ از طرف آمدنی و اسباب اینقدر وسعت می دارند کہ جمیع اسباب امارت مثل فیل و اسپ و شتر وغیرہ مہیا می دارند، و در سال تمام صدہا روپیہ خرچ می سازند، فاما این قدر نقدی کہ از آن دین مہر زوجہ ادا کردہ شود، بالفعل جمع نہ دارند، و اگر ارادہ ادائے دین مہر بخیال آرند آمدنی او تا مدت ادا کفیل نمی توانند فاما بسبب اینکہ بحسب رواج بود[1]... دین واجب الادائی بخاطر ایشان نمی گزرد، چیزے از آنجے[2] این منع نمی کنند، و بلکہ زنان ہم گرفتن مال مہر خود را از شوہر خود کمال خلاف مروت می شمارند، پس شرعاً این چنین اشخاص در باب فضیلت حج و وجوب صدقۂ فطر و ادا شدن زکوٰۃ و دیگراں از دادن ایشان چہ حکم دارند؟ و حال آنکہ دیگران ایشان را و ایشان بخیال خود خود را امیر می دانند، و این طمع بخاطر خود ندارند کہ کسے ایشان را بوجہ اللہ چیزے بدہد، بلکہ گرفتن چیزے را کہ بطور ہدیہ نباشد بلکہ بطور نذرانہ باشد الکل ہتک حرمت خود میدانند، بینوا توجروا

ترجمہ سوال :۔ ہندوستان میں وسعت سے زیادہ مہر مقرر کرنے کا عام دستور ہے لیکن ایسی صورت میں جب کہ مرد و عورت اپنے مال میں آپس میں کوئی فرق اور پہچان نہیں کرتے، بلکہ تمام مال اور مکانات کو مرد اپنا اور عورت ان سب کو اپنی ملکیت خیال کرتی ہے اور کبھی کوئی ارادہ و خیال مہر کی ادائیگی کا نہیں کرتے، پس وہ اشخاص جو آمدنی و اسباب کے لحاظ سے ایسے باحیثیت ہوں کہ تمام اسباب امارت مثلاً ہاتھی، اونٹ، گھوڑے وغیرہ رکھتے ہوں، اور تمام سال میں سیکڑوں، ہزاروں روپے خرچ کر دیتے ہوں، لیکن اتنی رقم نقد کہ جس سے بیوی کا مہر ادا کیا جا سکے جمع نہیں رکھتے، اور اگر اس مہر کی ادائیگی کا ارادہ کریں تو جب تک مہر ادا کریں اس وقت تک ان کی آمدنی بیوی کے اخراجات کا تکفل نہیں کر سکتی، اور یہ عام رواج کی وجہ سے

---

[1] لفظ کرم خوردہ ہے [2] یہ لفظ پوری واضح نہیں ہو سکا ہے

ہے کہ اس مہر کی ادائیگی کا کسی کو خیال نہیں آتا اور کوئی چیز انہیں اس کے ادا کرنے سے روکنے والی نہیں ہے بلکہ عورتیں شوہر سے اپنا مہر وصول کرنا بے مروتی سمجھتی ہیں ایسا شرعاً ایسے اشخاص پر حج کے فرض، صدقۂ فطر کے واجب ہونے اور ان کو دینے سے زکوٰۃ کے ادا ہوجانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور حال یہ ہے کہ عوام ان اشخاص کو اور یہ خود بھی اپنے کو امیر خیال کرتے ہیں اور اسے پسند نہیں کرتے کہ کوئی شخص انہیں اللہ واسطے کوئی چیز دے اور ایسی چیز کا لینا بھی جو بطور ہدیہ کے نہ ہو بلکہ نذر و نیاز کی ہو اپنی سخت توہین سمجھتے ہیں؛

جواب بر موافق ظاہر قواعد فقہ ایں قسم دین مانع فرضیت حج و وجوب زکوٰۃ و صدقۃ الفطر و مبیح گرفتن زکوٰۃ از دیگراں می باشد لیکن از روئے تقویٰ و تورع ادائے حج و دادن صدقۃ الفطر و زکوٰۃ ایشاں را باید کہ بعمل آرند زیراکہ در صورت مذکورہ زن ہرگز مطالبہ مہر خود نمی کنند و از ادائے آں دین مخطور خاطر ایں کس است پس عنداللہ احتیاط در ہمین است کہ ایں چیز ہا را ادا نماید و زکوٰۃ دیگران نہ گیرد زیراکہ ایں دین مانند دین خدا شد از زکوٰۃ سالہائے و از نذر و کفارات و دین خدا منع نمی کند از وجوب ایں چیز یا در شرح وقایہ میگوید

"و مدیون مطالب من عبد بقدر دینہ لان ملکہ غیر فاضل عن الحاجۃ الاصلیۃ وھی قضاء الدین وانما قید بکونہ مطالباً من عبد ......

...... حتی لو کان مطالباً من اللہ تعالیٰ لا یمنع وجوب الزکوٰۃ لکن ملک نصاباً بعضہ مشغولاً بدین اللہ کالنذر او الکفارۃ او الزکوٰۃ ......

تجب فیہ الزکوٰۃ ولا یشترط لوجوب الزکوٰۃ فراغہ عن ھذا الدین"[1]

---

[1] ص ۳۳۴ ج

وفی الفتاوی العالمگیریۃ" ومنہا القدرۃ علی الزاد والراحلۃ بطریق الملک او الاجارۃ" وتفسیر ملک الزاد والراحلۃ ان یکون لہ مال فاضل عن حاجتہ وھو ما سوی مسکنہ ولبسہ وخدمہ واثاث بیتہ؛ قدر ما یبلغہ الی مکۃ ذاھبا وجائیا راکبا لا ماشیا وسوی ما یقضی بہ دیونہ ویمسک لنفقۃ عیالہ ومرمۃ مسکنہ ونحوھا الی وقت انصرافہ"

فی الدر المختار "تجب صدقۃ الفطر موسعا فی العمر کزکوٰۃ وقیل مضیقا فی یوم الفطر عینا علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ کدینہ وحوائج عیالہ وان لم یحل علیہ الحول وبہ یحرم الصدقۃ؛

الرحیم لے
(ھو العزیز الحکیم)
مہر

ترجمہ جواب:۔ قواعد شرعیہ کی رو سے اس قسم کا قرض بظاہر وجوب زکوٰۃ اور وجوب صدقۃ الفطر کو مانع ہے اور ایسا قرض ذمہ ہونے کے وقت زکوٰۃ نہیں بھی

لے شرح وقایہ بحاشیہ عمدۃ الرعایہ ص ۲۷۹ ج ۱ مجتبائی ۱۳۲۰ھ لے یہ مسلسل عبارت نہیں ہے درمیان سے چند سطریں شاہ صاحب نے حذف فرمادی ہیں اس کے بعد عبارت "تفسیر ملک الزاد والراحلۃ" ہے لے فتاوی عالمگیری ص ۳۰۵ و ص ۳۰۶ اول ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ۱۲۵۸ھ لے گزشتہ عبارت کی طرح یہ عبارت بھی حذف و اختصار کے بعد نقل فرمائی ہے تکمیل کے لیے دیکھیے درمختار (برحاشیہ شامی) ص ۲، و ص ۸۳ دوم مجتبائی دہلی ۱۲۸۶ھ

جائز ہوگی لیکن تقویٰ و احتیاط سے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ حج، زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر ادا کریں، اس لیے کہ ایسی صورت میں عورت ہرگز اپنے قرض ۔ مہر کا مطالبہ نہیں کرے گی اور نہ ہی اس قرض کی ادائیگی اس شخص کے وہم و خیال میں ہے۔ اس لیے عنداللہ احتیاط اسی میں ہے کہ ان چیزوں ۔ خدا کے قرض، حج، زکوٰۃ وغیرہ کو ادا کرے اور زکوٰۃ کی رقم نہ لے اور نہ اپنے خرچ میں لائے، اس لیے کہ سب خدا کے قرض کی طرح ہے گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ نذر و کفارات اور خدا کا قرض ان چیزوں کے واجب ہونے کو منع نہیں کرتا۔ شرح وقایہ میں ہے کہ

"اور جس شخص کے ذمہ کسی انسان کا قرض ہو، اس پر بھی حج فرض نہیں، اس لیے کہ اس شخص کی ملکیت ۔ رقم ۔ ضرورت اصلیہ سے زیادہ نہیں ہے، اور وہ ضرورت قرض ادا کرنا ہے، انسان کا مقروض ہونے کی شرط کا اس لیے اضافہ کیا کہ اگر اس کے ذمہ اللہ کا کوئی مطالبہ ہے تو اس مطالبہ کی وجہ سے زکوٰۃ کا وجوب متاثر نہیں ہوگا جیسے کوئی شخص نصاب زکوٰۃ کا مالک ہے اور اسی نصاب کی رقم میں سے کوئی نذر یا کفارہ بھی ادا کرتا ہے تو اس رقم میں بھی زکوٰۃ فرض ہے، زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے اس قرض خداوندی سے فارغ ہونا شرط نہیں ہے" فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

"حج کے فرض ہونے کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ زاد سفر اور سواری کی استطاعت بھی رکھتا ہو، سواری کا مالک ہو یا سواری کرایہ پر لے سکے، زاد سفر اور سواری کا مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی ضروریات یعنی مکان، ملبوسات خادم اور خادم کے خرچ سے زیادہ اتنا مال ہو جس سے سواری کے ذریعہ مکہ کا سفر کر سکے، پیدل جانے کا اعتبار نہیں، یعنی اگر کوئی بغیر سواری کے پیدل سفر

کر سکتا ہے تو وہ شرعاً مکلف نہیں، اور یہ تمام رقم قرض کے علاوہ ہو یہ شخص کسی کا مقروض بھی نہ ہو، اور اس کے پاس اتنی رقم ہو جو حج سے واپس آنے تک اس کے اہل و عیال کے خرچ مکان کی مرمت اور اس طرح کے ضروری اخراجات سے بھی زیادہ ہو"

درمختار میں ہے کہ "صدقۂ فطر واجب ہے اور اس کے تمام عمر میں کسی بھی وقت ادا کرنے کی اجازت ہے، زکوٰۃ کی طرح کہا گیا ہے کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لیے عید کا دن معین ہے ہر آزاد مسلمان پر جو نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو اور وہ نصاب اس کے ضروری اخراجات جیسے قرض اور اہل و عیال کے خرچ سے زیادہ ہو، اگرچہ نصاب نام ہو اور اس نصاب کا مالک ہونے کی وجہ سے اس کو صدقہ لینا حرام ہے"

(مہر ہو العزیز الولی الرحیم ۱۱۸۹ھ)

شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین کی تصدیق کی ہوئی ایک دستاویز!

یہ دستاویز فارسی میں ۴½ طویل اور ۳½ سینٹی میٹر چوڑے کاغذ پر نہایت خوبصورت اور جلی قلم سے لکھی ہوئی ہے، اس دستاویز کے فارسی متن کا خلاصہ یہ ہے کہ

"مولانا حکیم محمد عرف شیخ الاسلام کاندھلوی کی جائیداد ان کے صاحبزادگان مفتی الٰہی بخشؒ، مولانا شاہ کمال الدینؒ مولانا محمود بخشؒ اور مہر النساء کے درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے" لیکن پروانہ جات صدر اصدور عبدالغنی خاں اور کتاب "صاحبان انگریز" میں اندازے سے سب کے نام الگ الگ لکھدی گئی ہے جیسا کہ فرامین میں ہوتا ہے، اس لیے وارثان مولانا محمد شیخ الاسلام میں سے کسی کو بھی ان اندراجات کی وجہ سے کسی خاص زمین پر ملکیت کا دعوی نہیں ہے"

حاشیہ پر اہل معاملہ اور گواہان کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں، پہلی تحریر اور گواہی شاہ عبدالعزیز کی ہے، تحریر فرماتے ہیں:۔

"باقرار مقرین مذکورین بالمواجہہ مہر نمودہ شد" مہر ہو العزیز الولی الرحیم

دوسری شہادت شاہ رفیع الدین نے ان الفاظ میں ثبت فرمائی ہے

"فقیر رفیع الدین بریں مضمون مطلع است" مہر رفیع الدرجات ذو العرش ۱۱۹۲ھ اس کے بعد مفتی الہی بخش، مولانا شاہ کمال الدین، مولانا محمد بخش، مولانا حکیم محمد اشرف کی مہریں اور دستخط ہیں، یہ تحریر ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۳ جلوس محمد اکبر شاہ بادشاہ مطابق ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ اپریل ۱۸۱۰ء) کو لکھی گئی،